قصبہ جلالی میں اسلامی ادبی میراث کا مختصر خاکہ

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی،
جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

عہد وسطیٰ میں جلالی ایک اہم علمی مرکز رہا ہے اور ایک عرصہ دراز تک جلالی نے اس میدان میں اہم علمی کارنامے انجام دئے ہیں۔ قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ ،صوبہ اتر پردیش میں علی گڑھ سے ۱۹ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قدیم ہندوستان میں تاریخ نگاری کی کوئی روایت نہیں ملتی اس لئے قدیم ہندوستان سے متعلق جلالی کے بارے میں کوئی بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی۔ مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے کے بعد ہندوستان میں فارسی فن تاریخ نگاری کا احیاء ہوا۔ یہ تاریخیں فارسی زبان میں لکھی گئیں۔ جلالی کے بارے میں سب سے پہلے ذکر ہمیں عہد سلطنت کے ماخذ منہاج السراج کی طبقات ناصری میں ملتا ہے۔ اس کے بعد ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی، ابن بطوطہ کے سفر نامہ رحلہ، عصامی کی فتوح السلاطین اور عفیف کی تاریخ فیروز شاہی میں ملتا ہے ۔پھر مغل عہد کے فارسی ماخذوں گلبدن بیگم کے ہمایوں نامہ علامہ ابوالفضل کی آئین اکبری اور دوسرے تاریخی ماخذوں میں جلالی کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس کا نام جلالی کیسے پڑا اس پر بہت سے لوگوں مثلاً پروفیسر جمال صدیقی ، پروفیسر کمال الدین حسین[۱] وغیرہ نے لکھا ہے لیکن اس کے جلالی نام پڑنے کی بات آج تک صاف نہیں ہوسکی۔

برنی کے مطابق سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۸۷۔۱۲۶۶) نے جلالی میں ایک قلعہ تعمیر کیا[۲]۔ اس قلعہ میں موجود ایک جامع مسجد پر بلبن کا کتبہ آج بھی موجود ہے اور سنہ تعمیر ۶۶۵ ہجری کتبہ پر لکھا ہوا ہے[۳]۔ قلعہ تو منہدم ہوگیا لیکن اس کے آثار آج بھی باقی ہیں بہر حال ہمایوں کے دور سے مسجد کی تولیت سادات ہمدانی کو ملی اور انہوں نے اس خانہ خدا میں غیر معمولی دلچسپی لی جس کے نتیجے میں مسجد کی شان وشوکت میں اضافہ ہوگیا جبکہ مہرولی دہلی میں واقع بلبن کا مقبرہ آرکیا لوجیکل سروے آف انڈیا کی تحویل میں ہوتے ہوئے بھی شکستہ ہو چکا ہے۔ اس مسجد پر دوسرے کتبات مغل بادشاہ اکبر اور محمد شاہ کے عہد کے ہیں۔ سادات میں سید احمد حسین، سید مہدی علی اور سید خورشید علی کے کتبات ہیں جو سادات ہمدانی کی دلچسپی کا ثبوت ہیں۔ سادات جلالی کا کوئی وقف نامہ شاید ہی ایسا ہو جس میں کچھ جگہ جامع مسجد کے لئے مختص نہ کی گئی۔

مغل بادشاہ ہمایوں کے آخری دور میں میر سید علی ہمدانی کے نبیرگان میں سے میر کمال الدین حسین ہمدانی جلالی تشریف لائے ۴ اور جلالی کو تبلیغ اسلام کے لئے کبرویہ سلسلہ کا مرکز بنایا۔ سلطنت دور میں جلالی صرف ایک فوجی چھاؤنی رہا اسی لئے جلالی میں ثقافت وتہذیب اسلامی کا احیاء نہ ہوسکا۔ لیکن جلالی میں ثقافت وتہذیب اسلامی کا احیاء میر کمال الدین ہمدانی کے آنے کے بعد ہوا۔ ان کے جد نے کشمیر کو ایران صغیر میں بدل دیا اور میر کمال الدین نے جلالی میں وہ کارنامہ انجام دیا کہ قصبہ جلالی کا مثل ونظیر دوسرے قصبات میں نہ تھا۔ کتاب خانہ مساجد کی تعمیر امام باڑہ جلالی کا پلان جلالی کا فن تعمیر دور دور تک تک دیکھنے کو نہیں ملتا۔ ۵

میر کمال الدین ہمدانی اور ان کے ورثاء نے جلالی میں تبلیغ اسلام کی اور عزاداری امام حسینؑ کی بنیاد ڈالی۔ نواب شجا الدولہ ،اودھ نے ۱۷۷۴ء میں جلالی میں عزاداری محرم کی اور پھر نواب آصف الدولہ نے ۱۷۸۷ء میں ۔ سید شاہ خیرات علی ہمدانی کے امام باڑے میں ہورہی عزاداری سے متعلق پانچ گاؤں برائے نذرو نیاز ائمہ معصومین علیہم السلام وقف کئے۔ الماس علی کا پروانہ موجود ہے اور اس معافی سے متعلق دستاویزات اترپردیش اسٹیٹ آرکائیوز ،لکھنؤ میں موجود ہیں اور اس کے نقول مصنف مضمون کے پاس موجود ہیں ۔ اسی بنیاد پر آج بھی اس امام باڑے کو حکومت ہند سے سرکاری مدد ملتی ہے۔

جلالی نے علماء اور حکماء پیدا کئے جنہوں نے جلالی میں علم وثقافت کا احیاء کیا۔ ان میں سے حکیم سید بہاء الدین حسین علم جفر میں مہارت رکھتے تھے۔ حکم واجد علی خان اپنی کتاب ''مطلع العلوم'' میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ غفران مآب میر بہاء الدین حسین مغفور جو کہ قصبہ جلالی کے بزرگوں میں تھے ان کا علم جفر کا مطالعہ بہت وسیع وعمیق تھا۔ مولانا سید امیر علی کی سکونت جامع مسجد سادات کے قرب میں تھی۔ آپ نے دہ مجلس بزبان فارسی تحریر کی جس کا نسخہ کتاب خانہ ادارۂ ہمدانیہ میں محفوظ ہے۔ مولانا سید محسن علی اسیرؔ عربی وفارسی ادب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور شاعر اہل بیت تھے۔ علامہ مجلسی کی جلاء العیون کا فارسی زبان میں ترجمہ فرمایا اور محمد ربیع باذل کی حملہ حیدری کا اردو ترجمہ کیا جو نولکشور پریس لکھنؤ سے ۱۳۱۲ ہجری میں شائع ہوا۔ آپ فرماتے ہیں ۔

یا مرتضیٰ علی تو بفریادرس مرا　　　روزی کہ ہیچ کس نبود دادرس مرا

آپ نے دہ مجلس اور دوازدہ مجلس کے نام سے تدوین کی جو عزاداری محرم میں مجالس کی

ابتداء میں پڑھی جاتی ہے ایک رسالہ ''خلاصہ نماز'' اپنے نواسے سید اولاد حسین کے لئے تالیف فرمایا۔ آپ نے ایک قرآن مجید کی کتابت کی جس کا نسخہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہے۔ آپ نے عزاداری مولا علی سے متعلق ایک امام باڑہ تعمیر کیا اور تربت کے دفن کیلئے کربلا میں کچھ زمین وقف کی جو آج درگاہ مولا علی کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا سید مکرم حسین مجتہد۔ تعلیم کے حصول کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے وہاں علوم منقولات ومعقولات کی تعلیم حاصل کی۔ لکھنؤ میں مولانا مرزا محمد علی اور مولانا مرزا امجد علی اور دیگر مشاہیر لکھنؤ سے استفادہ فرمایا۔ آپ رسالہ جمعۂ رسالہ طہارت رسالہ دربارہ نوروز کے مصنف ہیں۔ مولانا میر آغا مجتہد اور مولانا مفتی محمد عباس نے آپ کو اجازہ اجتہاد عنایت فرمایا۔ آپ علم ریاضی میں مہارت رکھتے تھے اور فارسی زبان میں شعر کہتے تھے۔ ہفت بند درمدح جناب امیر علیہ السلام آپ کا معرکۃ الاراء شاہکار ہے۔ آپ نے نسب نامہ سادات جلالیہ موسوم بہ خلاصہ الانساب تحریر فرمایا۔ جو ہندوستان میں لکھے گئے دوسرے شجروں سے بہت مختلف اور بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے کہ اس میں ان بزرگوں کا مکمل حال موجود ہے۔ والد مرحوم حکیم کمال الدین حسین کی کتاب مودۃ القربیٰ اور اشجار الکمال کا ماخذ خلاصۃ الانساب ہے اور اگر یہ سب نہ ہوتا تو مصنف مضمون بھی یہ مضمون نہیں لکھ سکتا تھا۔ خلاصۃ الانساب کو میں اپنے جد محترم کا اہم کارنامہ سمجھتا ہوں جس کی مثال ونظیر دیکھنے کو نہیں ملتی۔ آپ کے پاس بڑا نادر کتب خانہ تھا جس کو آپ کے وارثین نے کتاب خانہ مدرسۃ الواعظین، لکھنؤ کو دیدیا تاکہ علماء و طالب علم ان کتابوں سے مستفید ہوسکیں۔ آپ کی وفات ۱۳۵۰ ہجری میں ہوئی اور آپ کی تدفین امامباڑہ مظہر علی، محلّہ گڑھی میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ وفات نواب جعفر علی خاں ساکن شمس آباد نے نظم فرمائی۔ ۶

جلالی وطن مجتہد نیک طینت   حکیم آل طہٰ سراپا لیاقت
زو ارفتاں آل ہشتم گرفتہ   مکرم حسین آن بحر کرامت ے

اس کے علاوہ جلالی نے دنیائے علم وادب کو علماء بھی دئے جن میں حکیم مولوی سید محمد حسن، مولوی سید شاکر علی حکیم سید احمد علی، مولانا سید آغا علی، مولانا سید مقبول حسین، مولانا سید ابوالقاسم، مولوی سید نثار احمد، مولانا سید علی سجاد، مولانا سید راحت، حسین مولانا سید مکرم حسین، مولانا سید عنایت حسین، مولانا سید اصغر حسین مولوی سید معز الدین حسین محسنؔ اور مولانا سید علی عابدی وغیرہ ان کے علاوہ جلالی نے دنیائے طب کو حکماء بھی دئے۔ جن میں حکیم سید محمد ریاض الدین حسین نے علاج

کے سلسلے میں بڑی شہرت حاصل کی۔آج ان کا مطب ان کے فرزند حکیم اعظم الدین حسین قائم کئے ہوئے ہیں۔

سید موسیٰ رضا نے ایک رسالہ ''شواہد الاسلام'' تالیف کیا۔ خان بہادر سید محمد عباس کلکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے اور آپ نے شیرزن کربلا اور بیت الاحزان وغیرہ کے تراجم فارسی سے اردو زبان میں فرمائے جو امامیہ مشن سے شائع ہوئے۔حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی ۳۳ کتابوں کے مصنف ہیں۔ اسلام طب، نسب نامہ، تاریخ سے متعلق کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں تشریح جعفری، اصول طب۔ اشجار الکمال، صاحب مودۃ القربیٰ اور تذکرہ اطبائے اودھ بڑی اہمیت کی حامل ہیں تین ایڈیشنز دہ مجلس کے شائع کئے۔حکیم سید محمد شجاع الدین حسین نے علم طب پر کتابیں لکھیں ان کا موضوع امراض اطفال اور امراض النساء رہا۔

جلالی نے بلند پایہ شاعر پیدا کئے۔ ایک شاعر کاتبؔ کے تخلص سے ملتے ہیں لیکن انکا نام معلوم نہ ہوسکا انہوں نے عاشورہ محرم سے متعلق الوداع لکھی۔ جب حسین رن کو چلے رو روکر کہا الوداع۔ یہ الوداع صبح عاشورہ نماز فجر کے بعد تمام امام باڑوں میں پڑھی جاتی ہے۔ اور پھر امام باڑے میں علم بڑھائے دئے جاتے ہیں۔سید عسکری علی سوزؔ۔ انہوں نے سلام مہندی تحریر کیا۔سید حمزہ علی ممتحن نے سلام ہندی تحریر کیا۔ سید مہدی حسن مہدیؔ آپ نے سلام تحریر کئے۔منشی سید اسد رضا اسدؔ۔ نے ایک مکتب قائم کیا۔ جس میں فارسی اور اردو کی تعلیم دی جاتی تھی۔ انہوں نے مراثی اور سلام تحریر کئے۔ سید طالب حسین خاکؔ نے مراثی وسلام تحریر کئے سید ظل حسین فضاؔ جلالی کے مشہور مرثیہ گو شاعر گذرے ہیں آپ اوجؔ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ مراثی سلام اور رباعیات تحریر کیئے۔سید محمد حسین قمر جلالوی، شاعر تھے تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے۔آپ نے مراثی سلام رباعیات تحریر کیں ان کا زیادہ تر کلام شائع ہوچکا ہے۔ جس شاعر کی وجہ سے جلالی کا نام برصغیر میں مشہور ہوا وہ قمر جلالوی کا نام گرامی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں آپ کے کافی شاگرد تھے۔ سید سجاد حسین ہدفؔ جلالوی نے سلام ورباعیات اور سجع تحریر کئے۔سید ظہیر محمد جدید نے رباعیاں اور سلام تحریر کئے۔ سید علی باقر باقرؔ نے مراثی سلام اور رباعیات تحریر کیں۔ سید افسر علی بقاؔ نے مراثی، سلام، قصائد اور رباعیاں تحریر کیں۔سید شبر حسن سحرؔ نے مراثی، سلام، قصائد اور رباعیاں تحریر کیں۔سید ظفر عباس ظفرؔ نے سلام، قصائد اور رباعیاں اور نوحے تحریر کئے۔ پیر محمد نمک جلالوی نے سلام، قصائد اور رباعیاں

تحریکیں۔ ۸

سادات جلالی نے ۱۹۳۷ میں انجمن حیدریہ قائم کی اس کے اغراض ومقاصد میں اشاعت وتبلیغ مذہب اثناعشریہ۔ ترویج عزاداری امام حسین علیہ السلام۔ مستحقین کی تجہیز وتکفین کا انتظام نادار طلباء کی مدد۔ خوشحالی بڑھانے کی تدابیر۔ عبادت گاہوں اور قبرستانوں کی حفاظت ۔ سید قسمت علی نے اتحاد بین الفریقین کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے انتہائی کوشش کی اور جلالی اور ملکھنہ میں اتحاد سنی وشیعہ کے سلسلے میں جلسے منعقد کئے تاکہ مسلمانوں میں اتحاد قائم ہوسکے۔ سید قیصر حسین عابدی نے مدرسہ باب العلم کی بنیاد ڈالی۔ پہلے مدرسہ امام باڑہ چوک میں تھا اب اس کے لئے موصوف جگہ خرید کر جدید عمارت تعمیر کرا رہے ہیں یہ مدرسہ آنے والے دور میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ ۹

سادات جلالی نے مساجد، امام باڑے، سرائے اور کنوئیں کھدوائے۔ سادات کے تینوں محلوں یعنی گڑھی۔ جانا اور ابو الفضل میں چھوٹی مساجد ہیں۔ محلّہ امیر میں کیونکہ جامع مسجد موجود تھی تو اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ سید علی اکبر نے جلالی موڑ پر ایک مسجد تعمیر کی اور اس کے سہارے ایک سرای تعمیر کی اور کنواں کھدوایا تاکہ مسافروں کو راحت مل سکے۔ جلالی میں امام باڑے کثیر تعداد میں تعمیر ہوئے جس میں محرم، صفر، رجب اور رمضان سے متعلق عزاداری کا اہتمام ہوتا ہے۔ سادات جلالی نے ہائر سکنڈری اسکول کے قیام اور اسپتال کی تعمیر میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ دو کربلا۔ چھوٹی اور بڑی اور درگاہ مولا علی تعمیر کی۔ ۱۰ مصنف مضمون نے بھی تاریخ جلالی، تاریخ عزاداری امام حسین میر سید علی ہمدانی کی کتاب ذخیرۃ الملوک اور مودۃ القربیٰ پر مضامین تحریر کئے۔ ہیں جو شائع ہوچکے ہیں۔ ۲۰۰۲ء میں ایک انٹرنیشنل سمینار بحیثیت صدر شعبہ تاریخ وثقافت، جامعہ ملیہ اسلام نئی دہلی، میر سید علی ہمدانی اور ان کی خدمات پر منعقد کیا جس میں خانہ فرہنگ، اسلامی جمہوریہ ایران کا تعاون شامل تھا۔ خانہ فرہنگ میں، ہندوستان میں عزاداری امام حسین پر ایک نیشنل سمینار کا انعقاد کیا جس کے مضامین شائع ہوچکے ہیں۔ خانہ فرہنگ کا یہ مجلّہ ایک تاریخی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک سمینار۔ حضرت علی سرچشمہ عرفان کے موضوع پر خانہ فرہنگ میں کیا اسکے مضامین شائع ہوچکے ہیں۔ میر انیسؔ کی دوسوویں سالگرہ پر ایک نیشنل سمینار جامعہ ملیہ اسلامیہ میں کیا۔ راہ اسلام کے خصوصی مجلّہ کو جس کا تعلق صوفیاء سے تھا ایڈٹ کیا جو شائع ہوچکا ہے۔ اور اس قت تک ۱۹ کتابیں اور ۹۵ مضامین شائع ہوچکے ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ سلطان التمش نے ہندوستان میں سلطنت کو وسعت دی اور دو آبہ فتح ہوگیا اور سلطان غیاث الدین بلبن نے انتظامی طور پر اس کو مستحکم کیا لیکن سطلنت دور میں دو آبہ سلطنت کا تو حصہ بن گیا لیکن وہ صرف ایک چھاؤنی کی حیثیت سے ہی رہا۔ جیسا کہ دیو گیر یا دولت آباد۔ اسی لئے سلطان محمد بن تغلق نے علماء ومشائخ کو دولت آباد بھیجا کہ وہاں اسلامی تہذیب وثقافت کا احیاء ہوسکے۔ سلطنت ومغل عہد میں اسلامی تہذیب وثقافت کے احیاء میں مشائخ نے اہم کردار ادا کیا کیونکہ علماء کا دائرہ عمل اور تعلق خواص تک محدود تھا اور عوام سے ان کی دوری تھی، مشائخ نے اپنی خانقاہوں اور مدارس کے دروازے عوام وخواص دونوں کے لئے کھلے رکھے، جس کی وجہ سے عوام ان سے قریب ہوگئے۔ ان صوفیاء کی درگاہیں اس کی مثال ہیں۔ خواص سے زیادہ عوام ان درگاہوں پر جاتے ہیں۔ انہوں نے مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ کی اس ہدایت پر عمل کیا۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی | کہ در این راہ فلاں ابن فلاں چیزی نیست

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ من بطابہ عملہ لم یسوع بہ نسبہ۔ جس شخص کا عمل اسے پیچھے ڈالدے اس کا نسب اسے بڑھا نہیں سکتا۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ دیکھو! اپنے سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈرو کہ جو اپنی جاہ وحشمت پر اکڑتے اور نسب کی بلندیوں پر غرہ کرتے ہوں۔ یہی عصبیت کی عمارت کی گہری بنیاد ہیں[11]۔ اس طرح ترک نسب شان فقر اور نشان عشق ہے۔ میرے استاد محترم مولانا سید علی سجاد صاحب اکثر فرماتے تھے کہ ''پدرم سلطان بود۔'' ''میرا باپ سلطان تھا'' درست لیکن یہ تو بتاؤ تم خود کیا ہو۔ سید کے خصائص کو ایک شاعر نے حسب ذیل شعر میں اس کے معنی بتادیئے ہیں۔

سید کسی بود کہ ہویدا شود ازو
خلق محمدی کرم مرتضیٰ علی

میر کمال الدین ہمدانی کے دور سے جلالی کو تہذیبی وثقافتی عروج حاصل ہوا۔ جلالی فوجی چھاونی سے علمی مرکز بن کر ابھرا۔ اسی لئے مغل بادشاہوں نے جامع مسجد جلالی کی تولیت سادات ہمدانی کے سپرد کی۔ سادات جلالی نے اس کے انتظام میں از حد دلچسپی لی جو اس وقت کی حالت سے عیاں ہے۔ ان کے پاس اہم کتابوں کے ذخائر تھے اور سادات کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں اسلام

سے متعلق کتابیں نہ ہوں۔ یہ سادات جلالی کی علمی روشنی کی دلیل ہے۔ لیکن تقسیم ہند نے جہاں دوسرے نقصانات پہونچائے ہیں جلالی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ان کی کتابوں کے ذخیرے کتب فروشوں نے خرید لئے یا موسم برسات میں مکانات کی زبوں حالی سے وہ کتابیں گل سڑ کرختم ہوگئیں اور اگر وہ کتابیں ہوتیں تو بھی کیا ہوتا اس لئے کہ سادات جلالی ہی نہیں تمام مسلمانوں کی نئی نسل فارسی زبان سے نابلد ہے اور اسی زبان میں اسلامی تہذیب وثقافت کا سرمایہ موجود ہے۔ یہ حال صرف نئی ہندوستانی نسل کا ہی نہیں بلکہ پاکستان جس کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ اسلامی ملک ہے۔ اور ان کے قومی پرچم کا رنگ ہرا اور چاندوستارہ بنا ہوا ہے وہاں بھی مسلمانوں کی نئی نسل فارسی زبان سے نابلد ہے۔ تو صرف اسلامی ملک کہنے اور چاند ستارہ بنانے سے اسلامی سوجھ بوجھ تو نہیں پیداہوجائے گی اس کے لئے اس ادب کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ مولانا سید مکرم حسین مجتہد کا تمام علمی کام عربی وفارسی زبان میں ہے اور یہ کام وہ ۱۹ ویں صدی میں جلالی میں انجام دے رہے تھے لیکن بیسویں صدی کے نصف تک پہونچتے پہونچتے سب تباہ ہوگیا۔

حوالے:

۱۔ حکیم سید محمد کمال الدین حسین۔ سراج منیر۔ علی گڑھ ۱۹۷۷۔ ص۔ ۶

۲۔ ضیاء الدین برنی۔ تاریخ فیروز شاہی لاہور ۱۹۸۴۔ ص۔ ۴۳۵

۳۔ کتبات

۴۔ حکیم سید محمد کمال الدین حسین۔ صاحب مودۃ القربیٰ۔ علی گڑھ ۱۹۸۴۔ ص۔ ۶۲

۵۔ Prof. S.M.Azizuddin Husain. Medieval Towns A Case Study of Amroha & Jalali Delhi,1992.P.18

۶۔ صاحب مودۃ القربیٰ۔ ص۔ ۸۸۔ ۱۴۱

۷۔ حکیم سید محمد کمال الدین حسین۔ اشجار الکمال۔ علی گڑھ ۱۴۲۲ھ۔ ص۔ ۳۷۔ ۴۷

۸۔ صاحب مودۃ القربیٰ۔ ص۔ ۵۷۔ ۱۴۷

۹۔ ایضاً۔ ص۔ ۱۱۵

۱۰۔ ایضاً۔ ص۔ ۶۴

۱۱۔ مولاعلی۔ نہج البلاغہ۔ بمبئی ۱۹۸۸۔ ص۔ ۵۱۹